ضبط وترتیب: مولانا عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یادگار اسلاف حضرت مولانا عبدالحنان جہانگیرویؒ کی یادیں اور باتیں

ملے خاک میں اہل شان کیسے کیسے مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

زندگی کا سورج چاہے جتنا بھی طویل سفر طے کرے اسے آخر کا غروب ہونا پڑتا ہے۔قرآن مجید کا بھی یہ بیّن اعلان ہے کہ کل نفس ذائقة الموت اسی قانون کے مطابق یادگار اسلاف فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عبدالحنان نوراللہ مرقدہ پانچ ماہ کی علالت کے بعد بشب جمعہ 10 بجے ۵رمئی ۲۰۱۱ء کو ہمیں داغ مفارقت دے کر راہی آخرت بن گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

انحطاط اور زوال کے اس دور میں اسلاف واکابرین کی نشانیوں کا اٹھ جانا خطرے کی گھنٹی ہے۔لیکن انسان کر بھی کیا سکتا ہے اس کے بس میں تو کچھ بھی نہیں۔

لائی حیات قضا چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

مولانا کے غسل، تکفین وتدفین کے امور والد محترم جناب الحاج اظہار الحق صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور موصوف کے پوتوں ڈاکٹر مجیب الرحمٰن، جناب خلیق الرحمٰن، مولانا نقیب احمد، احقر (عرفان الحق) اور جناب سعید اللہ صاحب اکوڑوی وغیرہم نے انجام دیئے اور نماز جنازہ اگلے روز بعد از عصر چار بجے جہانگیرہ میں قدوۃ السلف مولانا رحیم اللہ باچا صاحب آف اضاخیل کی امامت میں ادا کی گئی جنازہ میں صوبہ بھر کے علماء کرام سیاسی زعماء، دانشور اور ہر طبقے فکر کے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔تدفین دارالعلوم حقانیہ کے حقانی قبرستان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ کے پہلو میں کی گئی۔جنازہ کی ادائیگی سے قبل حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے جبکہ تدفین سے پہلے شیخ الحدیث مولانا مفتی زرولی خان صاحب مدظلہ نے

تعزیتی خطابات فرمائے۔ آپ کے لواحقین میں ایک بیٹا پروفیسر عبید الرحمن صاحب اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

موصوف کی مختصر سوانح حیات قارئین ''اسلام'' نے ۱۸راپریل کی اشاعت میں ملاحظہ کی ہوگی۔

آج کی نشست میں ان کی مجلس کی کچھ باتیں اور یادیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

صبر ورضا کا مجسم پیکر: (۱) مرض وفات کے دوران احقر کو آپ کے ہاں عیادت کے لئے تقریباً ہر ہفتے حاضری کا موقع ملا اس دوران آپ کو سخت تکلیف، درد، ضعف ونقاہت کے باوجود صبر، شکر اور رضا کا پیکر پایا۔ ان کی زبان پر جزع، فزع، فریاد حتیٰ کہ کراہنے کی آواز تک بھی نہیں سنی، صبر وشکر کا مظاہرہ جس انداز سے آپ نے کیا وہ کتابوں سے تو ضرور پڑھا تھا لیکن اس کی حقیقی صورت وہ آپ خود تھے۔

اخلاق وتواضع کا اعلیٰ مقام: (۲) آپ کا دوسرا بڑا وصف جو آپ کی شخصیت میں زندگی بھر نمایاں رہا اور مرض وفات کے دوران بھی اس پر کاربند رہے وہ اخلاق وتواضع تھی۔ ایک دفعہ احقر حاضر ہوا تو کرسی قریب کر کے بیٹھ گیا انہوں نے اس بیماری کے عالم میں سر اٹھا کر فرمایا کہ آپ صحیح بیٹھے ہیں؟ میں نہیں سمجھ پایا تو دھیمی آواز میں الفاظ بدل کر کہا کہ تمہاری بیٹھنے کی جگہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ میں نے اسی وقت دل میں کہا کہ اللہ اکبر اخلاق وتواضع کا یہ عالم کہ سخت تکلیف میں بھی آنے والے کے بیٹھنے اور استراحت کا خیال ملحوظ ہے۔

میرے بچے محمد معز الحق کو جامع دعا: (۳) ایک دفعہ میں اپنے چھوٹے بچے محمد معز الحق حقانی کو آپ کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ اس کیلئے دعا فرمادیجئے' آپ نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا کی ''اے اللہ! اسے اسلاف واکابرین کا نمونہ ٹھہرادے'' بیماری زوروں پر تھی اس لئے میں نے کہا کہ جی یہ دعا کافی ہے جس میں سب کچھ آگیا۔

شدید نقاہت پر سلام کا اشارہ: (۴) وفات سے ایک ہفتہ قبل حاضر ہوا تو آنکھیں بند کر کے چادر اوڑھ لی تھی۔ میں سرہانے بیٹھ کر سر دبانے لگا' اس دوران کمرے میں حضرت کی بہو صاحبہ آئی اور مجھ سے سلام دعا کی۔ یہ گفتگو سن کر حضرت کو میری آمد کا احساس ہوا تو بمشکل چادر سر سے سرکا کر اشارے سے مجھے سلام کیا۔ آواز نکالنے کی ہمت نہیں تھی تو سلام جو کہ سنت نبویؐ ہے اس پر اشارے سے عمل کر کے دکھایا۔

وہ دن گئے جب پسینہ گلاب تھا: (۵) عیادت کے لئے احقر دیر سے رات کو حاضر ہوا تو فرمایا کہ لیٹ نہ آیا کرو۔ شام کے بعد بلاضرورت گھر سے نکلنا مناسب نہیں۔ انسان کے ساتھ حادثہ اچانک اور کبھی کبھی پیش آتا ہے۔ لہٰذا احتیاط کرنی چاہیے۔ اور پھر یہ شعر پڑھا

وہ دن گئے جب پسینہ گلاب تھا اب عطر بھی ملو تو خوشبو نہیں آتی

میں نے اس مجلس کے دوران حضرت کی کتابوں کے بارے میں دریافت کیا کہ جی ان کا کیا کریں گے تو فرمایا کہ میری

موت تک میرے پاس رہیں گی۔ اور پس از مرگ ورثاء جانے اور انکا کام۔ پھر کہا کہ ایک دفعہ میرے بڑے بھائی حاجی سیف الرحمٰن میرے پاس ایک مولوی صاحب کو لائے کہ ان کو کتابوں کی ضرورت ہے' انہیں دے دیں۔ میں بڑا غصہ ہوا لیکن ضبط کرلیا اور پھر کہا کہ لوگ مدرسے کے بہانے پر کتابیں لے بٹور لیتے ہیں اور پھر ڈھیر بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی صحیح مصرف میں انکا استعمال نہیں کرتے ہیں۔

والد مرحوم کی اور اپنی مرقومہ ڈائری اور تعویزات کی کتاب دینا: (۶) سال ڈیڑھ سال قبل میں نے آپ سے اپنی تاریخ پیدائش اور دادی مرحومہ جو کہ اِن کی ہمشیرہ تھیں' کی تاریخ پیدائش اور بعض احوال وغیرہ معلوم کرنے چاہے تو انہوں نے اپنے والد مولانا عبدالغفار صاحب کی نوشتہ ڈائری کے کاغذات اور ساتھ ہی اپنی چھوٹی جیب کی ڈائری اور والد کے قلمی تعویزات کی کتاب عنایت فرمائی۔ اور کہا کہ اس سے فوٹو کاپی کرلو۔

ساماں تو گیا اب ہم بھی چلنے والے ہیں: (۷) عمر کے آخری دور میں جب بھی آپ سے کوئی صحت کے بارے میں پوچھتا تو داغ کا یہ شعر پڑھ کر جواب دیتے

ہوش وحواس' تاب وتواں تو داغ گیا اب ہم بھی چلنے والے ہیں سامان تو گیا

موت کو یادرکھنے کی نصیحت: (۸) آخری بیماری کے دوران ایک ملاقات کے موقع پر میں نے اور برادرم مولانا لقمان الحق نے آپ سے نصیحت کی درخواست کی تو فرمایا ''موت کو ہر وقت یاد رکھو' اگر اچھا کام کرو تو بھی موت یاد کرو' اور اگر برا کام کرو تو بھی موت یاد کرو'' گویا رسول اقدسؐ کی روایت **اذکروا ھاذم اللذات قیل وما ھاذم اللذات قال الموت**

حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے موقع پر پیغام اور احقر کو نوشتہ نصیحت:

(۹) دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے اجلاسوں کی صدارت اکثر آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ جس میں کہتے کہ ''یہ چمن جس کی آبیاری میں مولانا عبدالحق صاحب اور ان کے بے لوث ساتھیوں نے اپنی زندگیاں صرف کی ہیں' یہ ہمارے پاس ایک امانت ہے' کل روز قیامت اللہ تعالیٰ ہم سے اس سے متعلق باز پرس فرمائے گا کہ اس امانت کو کہاں تک محفوظ رکھا اور کتنا آگے بڑھایا تھا۔''

ایک مرتبہ ۲۷ر جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ کو اجلاس کے اختتام پر احقر کے ساتھ گاڑی میں جہانگیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں میں نے نصیحت لکھنے کی فرمائش کی تو لکھا: ''اپنی زندگی میں ہر وقت یہ سوچنا چاہیے کہ آخر ہمیں اللہ تعالیٰ نے کس کام کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ آخر میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ بعدازاں اپنی زندگی کو کام کی زندگی بنانے کی فکر میں پڑ جانا چاہیے ورنہ تو ہم سے یہ جانور بھی مفید ہیں کچھ کام تو کرلیتا ہے۔ ہم اگر ایسے رہے تو ہوسکتا ہے کہ یہ سوچ ہمارے لئے بڑی کارآمد ثابت ہو۔

خاتمہ بالایمان کی دعا اور مسجد نبویؐ کے دو موذنین کی وفات کے واقعات:

(۱۰) احقر نے جب بھی مولانا مرحوم کی دعا سنی تو وہ یہی دعا مانگتے ''اے اللہ! ہمارا خاتمہ ایمان کے ساتھ فرمادے۔'' ایک دفعہ دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث میں فرمایا کہ ایمان کے ساتھ خاتمہ زندگی کا حاصل اور ثمرہ ہے۔ ورنہ سب کچھ رائیگاں ہے۔ فرمایا کہ ہمارے استاد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ہمیں یہ واقعہ خود سنایا کہ جب آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور مسجد نبوی ﷺ میں تدریس فرماتے تھے' انہوں نے اٹھارہ برس تک وہاں تدریس کی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے انتقال کے بعد حضرت مدنیؒ کو خواب میں کچھ اشارات ملے کہ اب آپ ہندوستان جائیے وہاں آپ کی ضرورت ہے۔ بہرحال انہوں نے فرمایا کہ مدینہ کے قیام کے دوران مسجد نبوی ﷺ کا ایک موذن تھا اس کو میں نے جب بھی دعا کرتے ہوئے پایا وہ یہی مانگتے کہ اے اللہ میرا خاتمہ ایمان کے ساتھ فرما۔ حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دن میں نے ان سے پوچھ لیا کہ آپ یہی دعا مانگتے ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دعا میں نے آپ سے نہیں سنی۔ آپ کو اور کوئی دعا مانگنی نہیں یا کوئی اور دعا آتی ہی نہیں۔ اس پر اس موذن صاحب نے مجھے اپنے بھائی کا واقعہ سنایا کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں چالیس برس تک موذن رہا اور زندگی کے آخر میں مرض وفات کے دوران جب اس کے نزع کا عالم ہوا تو وہ لوگوں کے بیچ میں چارپائی پر پڑا تھا' اس نے قرآن پاک مانگا' اسے قرآن پاک ہاتھ میں دیا گیا تو اس نے لیکر دور پھینک دیا۔ اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔ گویا مرتے مرتے اس نے قرآن پاک کی توہین وہتک کی۔ اعاذنا اللہ و جمیع المسلمین ۔ اس کے بھائی نے کہا کہ میں نے اس دن کے بعد سے ایمان کے ساتھ خاتمے کی دعا مانگنی شروع کی۔ اور اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگتا۔ حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ اتفاقاً میرے قیام مدینہ کے دوران ہی وہ دوسرا بھائی جس نے مجھے یہ واقعہ سنایا تھا بیمار پڑ گیا۔ ہم اس کی عیادت کے لئے گئے تو اس کے پاس خاندان کے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے' اس نے ہمارے سامنے قرآن پاک طلب کیا' اب کی بار اس کے خاندان کے لوگ ڈر کر سہم گئے میں نے ان کو کہا کہ جب یہ قرآن مجید مانگ رہا ہے تو لاؤ اور دے دو۔ قرآن پاک اس کو دیا گیا تو اس نے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ اس کو بوسہ لے کر اپنے سینے پر رکھ دیا۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے لوگو! گواہ رہنا میں اس پر ایمان لایا ہوں۔ اور اسی حالت میں اس موذن کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اکابرین کی نشست و برخاست کا اثر اور اساتذہ کے ساتھ وعدہ: (۱۱) دارالعلوم کے دارالحدیث میں ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم نے چند دن اکابرین کی جوتیاں سیدھی کی ہیں۔ ان کے اخلاق و کردار کو دیکھا ہے۔ جس کے طفیل آج الحمدللہ ہم سے کوئی بھی فرد ناراض اور خفہ نہیں ملے گا' علم تو ہم نے حاصل نہیں کیا صرف اہل علم کی نشست و برخاست کا یہ اثر اور برکت ہے۔ فرمایا کہ میری اپنی نہ کوئی شہرت ہے اور نہ کوئی زیادہ مجھے جاننے والے ہیں۔ جس کی

وجہ یہی ہے کہ میں کسی مدرسے میں با قاعدہ مدرس اور ملازم وغیرہ نہیں رہا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے مجھے کئی دفعہ حقانیہ میں تدریس کی پیش کش کی اور فرمایا کہ سائیکل لے کر دو تین پیریڈ لینے آیا کرو۔ لیکن میں نے اس وجہ سے قبول نہیں کی کہ میرے اندر حرص اور طمع دنیا پیدا ہو جائے گی۔ دیوبند سے واپس آتے ہوئے اساتذہ سے الوداعی ملاقاتیں کرتے وقت حضرت مولانا اعزاز علیؒ نے مجھ سے پوچھا کہ اب کیا کرنے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا کہ بعض ساتھی مولوی فاضل کر رہے ہیں اور بعض طبیہ کالج میں داخلہ لے رہے ہیں میں بھی کچھ اسی طرح سوچ رہا ہوں۔ جس پر انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے فرمایا کہ کیا علمِ دین اس لئے حاصل کیا تھا کہ دنیا کماؤ؟ اس پر میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں دین پر کبھی بھی دنیا نہیں کماؤں گا۔ اسی وعدے پر میں الحمدللہ آج تک کاربند رہا ہوں۔ تدریس ضرور کی ہے مگر اپنے گھر بیٹھک اور مسجد میں۔ کسی مدرسے میں اسی وجہ سے تدریس نہیں کی کہ پھر تنخواہ لینے کا دل میں داعیہ پیدا ہوگا۔

مولانا عبدالسمیع دیوبندی سے گہرا تعلق (۱۲) ایک مجلس میں حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ کے بارے میں فرمایا کہ ان کے ساتھ میرا تعلق کافی گہرا رہا۔ اور وہ بھی بڑی شفقت سے نوازتے تھے، بعض دفعہ ضعف و نقاہت کی وجہ سے ان کے بدن میں درد ہوتا تو میں ان کو دبانا شروع کر دیتا، اس پر فرماتے کہ بھائی حنان! مزہ تو بہت آتا ہے لیکن پھر عادت پڑ جائے گی۔ اس لئے اسی طرح رہنے دو۔

اولین سفرِ حج اور شاہ سعودؒ کو دیکھنا: (۱۳) اپنے اولین سفرِ حج ۱۹۵۱ء کے بارے میں فرمایا کہ ہم اس دوران سو روپیہ پاکستانی دے کر اس کے بدلے میں ۹۵ ریال وصول کرتے تھے۔ اس سفر کے دوران ایک دفعہ ہم حرم مکہ میں تھے کہ شاہ سعودؒ کی آمد کی اطلاع آئی، جس پر انتظامیہ نے مطاف کو زائرین وحجاج سے خالی کیا اور ہمیں ترکی کے برآمدوں میں لے جایا گیا۔ پھر شاہ سعود، امام حرمؒ کے ہمراہ آئے اور طواف کیا، میں نے کسی سے کہا کہ حجاج کو اس ایک شخص کی وجہ سے تکلیف دی گئی۔ آخر یہ تخصیص کہاں کو روا ہے؟ جس پر مجھے بتایا گیا کہ شاہ سعود پہلے عام حجاج کیساتھ مل کر طواف کیا کرتا تھا، پھر کسی نے اس پر بم حملہ کیا، جس کی وجہ سے وہ زخمی ہوا۔ اسلئے اب وہ لنگڑا کر چل رہا تھا۔ فرمایا کہ ظاہری شکل وشباہت اور ہیئت سے وہ افغانیوں کی طرح لگ رہا تھا۔

شاہ فیصلؒ کی تواضع اور خاکساری کا اظہار: (۱۴) اپنے دوسرے سفرِ حج کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب شاہ فیصلؒ بادشاہ تھے تو اس زمانہ میں بھی مجھے حج کا موقع نصیب ہوا۔ حرم میں اس زمانے میں سنگ مرمر وغیرہ کا فرش نہ تھا، ایک دن مطاف میں خلاف عادت قالینیں بچھائی گئیں، لوگوں نے چہ میگوئیاں شروع کی کہ شاید کوئی بادشاہ وغیرہ آ رہا ہے، ہم طواف کر رہے تھے کہ اس دوران شاہ فیصلؒ دوسرے غیر ملکی سربراہان مملکت کے ساتھ آیا، سربراہان مملکت کو شاہ فیصل نے قالینوں پر بٹھا دیا اور خود ان سے دور زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص حقیقتاً تواضع،

خاکساری اور عاجزی کا نمونہ ہے۔ فرمایا کہ اس کی کمال اور عظمت ہی تھی کہ شاہ فیصل کی وفات پر عرب جتنے غمگین اور افسردہ ہوئے دوسرے کسی شاہ کی وفات پر اتنے نہ ہوئے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ وفات سے قبل آخری ملاقات: (۱۵) فرمایا کہ جس روز رات کو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ انتقال فرما رہے تھے اُس دن عصر کے بعد مجھے ان سے آخری ملاقات کرنے کی سعادت ملی۔ عصر کے بعد میں اپنے ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ حضرت مہتمم صاحبؒ کے باغوں کی طرف سیر کے لئے گیا تھا' واپسی پر میں نے ساتھی کو کہا کہ کیوں نہ حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت و ملاقات کر کے ان سے دعا لے لیں۔ وہ بھی راضی ہوا تو ہم دونوں نے شاہ صاحبؒ کے دروازے پر جا کر دستک دی' ایک خادمہ آئی' ہم نے اپنی غرض بیان کی' تو اس نے جا کر حضرت کشمیریؒ صاحب کو اطلاع دی جس پر ہمیں اندر آنے کا کہا۔ جب ہم شاہ صاحبؒ کے استراحت خانے پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اس وقت نیم غنودگی کی حالت میں بستر پر صاحب فراش تھے۔ ایک منشی ان کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا' تھوڑی تھوڑی دیر بعد شاہ صاحبؒ کو جب غنودگی سے افاقہ ہوتا تو منشی کو کچھ کہتے اور وہ لکھتے تھے' گویا کہ حضرت شاہ صاحبؒ مرض وفات میں بھی تالیف کے کام میں مشغول تھے۔ ہم کچھ دیر تک کھڑے رہے' ہماری آمد کا پتہ ان کو نہ چل سکا' جب ان کو احساس ہوا تو فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی عیادت و زیارت اور دعائیں لینے آئے ہیں۔ جس پر انہوں نے ہمیں دعائیں دیں اور نصیحتاً فرمایا کہ ''وقت ضائع مت کرو اس لئے کہ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔'' پھر ہم نے رخصت لی۔

شاہ صاحبؒ کا حلیہ: (۱۶) شاہ صاحبؒ کے حلیہ کے بارے میں فرمایا کہ علامہ کشمیری صاحبؒ کو اللہ نے عجیب حسن سے نوازا تھا' سرخ و سفید رنگت عام طور پر سر پر ٹوپی رکھتے اور جب کبھی باہر جلسوں میں جاتے تو پگڑی باندھتے۔

جب شاہ صاحبؒ کی رحلت کی خبر دارالعلوم دیوبند پہنچی: (۱۷) شاہ صاحبؒ کی رحلت کے حوالے سے فرمایا کہ رات کے ایک بجے مدرسے کی مسجد میں ایک طالب علم تہجد پڑھ رہا تھا' اسے کسی نے شاہ صاحبؒ کے انتقال کی خبر دی' اُس سے برداشت نہ ہو پایا اور ''اللہ'' کا زوردار نعرہ لگایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے مکان کی طرف دوڑنے لگا' اس نعرے کی آواز نے پورے مدرسے کو خبردار کیا کہ کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ طلباء نیند سے بیدار ہوئے' راتوں رات شاہ صاحبؒ کے مکان کے باہر ہزاروں افراد کا مجمع بن گیا۔ جس میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی کثیر تعداد میں شامل تھے

شاہ صاحبؒ کی جسد اطہر کی دیدار عام: (۱۸) شاہ صاحبؒ کی آخری دیدار کے بارے میں فرمایا کہ علماء طلباء اور عوام کو شاہ صاحبؒ کے جسد اطہر کی زیارت کیلئے نودرہ میں رکھا گیا۔ ہزاروں انسانوں کا جم غفیر آخری زیارت کے لئے منتظر تھا۔ نودرہ کے ایک طرف سے لوگ داخل ہوتے اور دوسری طرف سے نکلتے۔ جنازہ جب عیدگاہ روانہ کیا گیا تو اس وقت بالا خانوں اور چھتوں پر دیکھنے کیلئے سینکڑوں افراد مرد و زن' چھوٹے بڑے اور جوان بیتاب کھڑے نظر

آ رہے تھے۔ جنازے میں لوگوں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عیدگاہ تک کا مختصر فاصلہ دو گھنٹوں میں طے ہوا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے جنازے کی چادر کا ایک بخاری طالب علم کا اڑا لے جانا:

(۱۹) بخارا کا ایک طالب علم تھا جو صحت اور جوانی میں مضبوط اور طاقتور جسم کا حامل تھا۔ اس نے نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد مجمع میں ایک دو بازو ادھر ادھر مار کر لوگوں کو پیچھے دھکیلا اور شاہ صاحبؒ کی نعش تک پہنچا۔ اور نعش کے اوپر جو چادر پڑی تھی اسے اٹھا کر بغل میں دبا کر ایک طرف بھاگنا شروع کیا' لوگوں نے چیخ و پکار شروع کیا کہ ارے کمبخت یہ کیا کر رہا ہے؟ لیکن اس نے کسی کی پروانہ کی اور چلتے ہوئے لوگوں کو جواب دیا کہ چپ رہو میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔ لوگوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی طاقت اور جوانی کے زور پر بھاگ نکلا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کا ہر حال میں درس کا لزوم: (۲۰) حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بارے میں فرمایا کہ باوجود کثرت مصروفیات کے درس کا ناغہ نہیں فرماتے تھے' اگر کسی روز دور دراز کے سفر سے واپس ہوتے تو بھی سیدھے دارالحدیث پہنچ کر درس دیتے اور تھکن و آرام کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔

حضرت مدنیؒ کا طلباء کو درس پر توجہ دینے کی تنبیہ:

(۲۱) ایک دفعہ حضرت مدنیؒ صاحب کا پاؤں زخمی ہوا' جس کی وجہ سے پاؤں میں سوجن ہوگئی۔ سخت تکلیف کے باوجود درس دینے آئے۔ تکلیف کی وجہ سے زخمی پاؤں پھیلا کر رکھا' دوران درس حضرتؒ کے پاؤں پر مکھیاں بیٹھنے لگیں' ساتھ ہی بیٹھے ہوئے طالبعلم نے دستی پنکھے سے مکھیاں اڑانے کی کوشش کی' جس پر حضرت مدنیؒ صاحب غصہ ہوئے اور فرمایا کہ "بھائی پاؤں میرا ہے یا تمہارا' تکلیف مجھے ہو رہی ہے یا تمہیں" پھر تنبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "اپنے درس پر توجہ دو اپنے کام میں منہمک رہو' کبھی اپنی توجہ منقسم نہ کرو۔"

مہتممؒ دارالعلوم دیوبند کا ایک طالب علم کے لئے چار روٹیاں مقرر کرنے کا عجیب واقعہ:

(۲۲) فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں ہمارے زمانے میں بخارا کا ایک طالب علم پڑھتا تھا' اس نے حضرت مہتمم صاحبؒ کے نام درخواست لکھی کہ مجھے ایک روٹی دی جاتی ہے جس پر میرا گزارا نہیں ہوتا یہ زیادتی ہے۔ میری درخواست پر غور کیا جائے۔ اس پر حضرت مہتمم صاحبؒ نے اس طالب علم کو بلا کر مطبخ میں بٹھایا اور فرمایا کہ یہاں کھانا کھاؤ جتنی روٹیاں تم نے آج کھالیں اتنی ہی تمہارے لئے مقرر کر دی جائیں گی۔ اس بخاری طالب علم نے چار آدمیوں کا کھانا ایک وقت میں کھالیا اور پھر بس کرتے ہوئے کہا کہ میں نے مدرسے پر رحم کیا ورنہ تو گنجائش اور بھی ہے۔ اس دن کے بعد سے اسے چار روٹیاں دی جانے لگیں۔

دیوبند کے پاک نفوس طلباء اور ایک طالب علم سے حضرت مدنیؒ کا پانی دَم کروانا: (۲۳) فرمایا کہ ہمارے

زمانہ طالب علمی میں دیوبند میں انتہائی پاک نفوس طلباء تھے، مولوی میانداؒد سکنہ شیخ ڈھیری چھوٹا لاہور کے بارے میں کہا کہ وہ بہت کم گو اور نہایت متقی طالب علم تھے۔ ایک دفعہ رات کو نصف شب قاری اصغر علی صاحبؒ نے جو کہ حضرت مدنی صاحبؒ کے خاص خادم تھے، ہمارے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کھولنے پر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا، ہم نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ حضرت مدنی صاحبؒ کے گردے پر سخت درد ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ پانی لے جا کر مولوی میانداؒد سے دم کروا کے لاؤ۔ مولوی میانداؒد نے بڑی معذرت کی اور کہا کہ حضرت مدنی صاحبؒ مجھے شرمندہ کروا رہے ہیں۔ مجھ میں کیا خوبی ہے؟ لیکن پھر چار و ناچار پانی پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ فرمایا اس واقعے سے جہاں اس وقت کے طالبعلموں کا تقویٰ تدین اور بزرگی معلوم ہوتی ہے، وہیں حضرت مدنیؒ کی شان تواضع اور عاجزی و انکساری بھی جھلکتی ہے۔

دیوبند میں ایک طالب علم کی گمشدگی اور تلاش: (۲۴) مولوی میانداد کا ایک دوسرا عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ برسات کے دنوں میں جمعے کے روز ایک دفعہ ہم سب طالب علم اپنے اپنے کپڑے دھونے نکلے، بعض طلباء تالابوں اور جوہڑوں کے کنارے کپڑے دھوتے تھے مولوی میانداد بھی بغل میں کپڑے دبا کر نکل پڑے، دن بھر گزر جانے کے بعد رات کو موصوف دارالعلوم واپس نہیں آئے۔ ساتھیوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں تالاب وغیرہ میں گر کر ڈوب نہ گئے ہوں۔ لہٰذا مدرسے میں ہلچل مچ گئی، حضرت مدنی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ بھی پریشان ہوئے۔ حضرت مدنی صاحبؒ کے کہنے پر مہتمم صاحب نے اگلے دن مدرسے کی چھٹی کروا کے طالب علموں کو جال وغیرہ دے کر تالابوں میں تلاش کے کام پر بھیج دیا۔ دن بھر کی کوششوں کا کوئی فائدہ نہ نکلا۔ طلباء مدرسے کو واپس ہوئے۔ اسی روز عصر کے بعد میں حضرت مہتمم صاحبؒ کے باغ کی طرف گیا تھا اچانک دیکھا کہ سامنے سے مولوی میانداؒد بغل میں وہی کپڑے دبائے ہوئے آرہے ہیں۔ میں نے دیکھتے ہی ڈانٹنا شروع کیا۔ اور کہا کہ تمہاری وجہ سے تمام مدرسہ پریشانی میں پڑ گیا۔ تم کہاں چلے گئے تھے؟ اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا کہ دل میں خیال آیا کہ چلو حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ملاقات کرلوں۔ چنانچہ کپڑے دھونے کی بجائے وہاں پہنچ گیا۔ مولوی میانداد نے بعد میں دارالعلوم کی مسجد میں طالب علموں سے معذرت کی اور معافی مانگی۔

ایک عالم کی حق پرستی، بھائی کے قاتل پر حسن ظن: (۲۵) فرمایا کہ اس مولوی میانداؒد کی حق پرستی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ دیوبند سے فراغت کے بعد جب گاؤں آئے تو یہاں ان کے بھائی کو جو کہ دکاندار تھے، کو کسی چور نے رات چوری کے دوران مار ڈالا۔ چونکہ چاندرات تھی اس لئے اس نے قاتل کو پہچان لیا اور موت سے پہلے قاتل کے بارے میں بتا دیا۔ بعد میں جب مقدمہ چلا تو اس وقت کے قانون کے موافق تفتیش اور فیصلے کے لئے جرگہ کا تقرر ہوا، اس جرگے میں ہمارے گاؤں جہانگیرہ کا ایک صوبیدار بھی ممبر تھا۔ مولوی میانداؒد کے والد نے اپنے بیٹے کو کہا کہ

عبدالحنان کو خط لکھ دوتا کہ اس صوبیدار کو ہماری مدد کا کہے۔ میانداد نے میرے نام مکتوب بھیجا جس میں بجائے اس کے اپنی مدد کا کہتا اس نے لکھا کہ صوبیدار صاحب کو کہے کہ وہ اس معاملے میں خوب کوشش کرے کہ کہیں مدعی علیہ بے گناہ نہ پھنس جائے۔ یہ اس کی حق پرستی تھی۔ بعد میں جرگے والوں نے قاتل کو چودہ سال کی سزا کی سفارش کردی۔ جس پر قاتل نے ڈپٹی کمشنر سے درخواست کی کہ مقتول کا بھائی عالم دین ہے۔ اس سے پوچھا جائے اگر اس نے مجھے مجرم قرار دیا تو پھر مجھے پھانسی کی سزا بھی منظور ہوگی۔ میانداد کو پولیس کے ذریعے بلوایا گیا' ڈپٹی کمشنر نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس شخص نے تمہارے بھائی کو قتل کیا ہے؟ اس پر میانداد صاحب نے کہا کہ میرا دل تو یہ نہیں مانتا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بے قصور قتل کرے گا۔ اس بیان پر ڈپٹی کمشنر نے اسے چودہ سال کی بجائے سات سال کی قید سنائی۔ مولانا عبدالحنانؒ نے فرمایا کہ یہ تھا ہمارے دیوبند کے زمانے کے طالبعلموں اور ساتھیوں کا نمونہ۔ اگرچہ میں خود تو ایسا نہیں لیکن

من گلے ناچیز بودم ۔۔۔ ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشین در من اثر کرد ۔۔۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ذکاوت کی بدولت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کی دوران طالب علمی شہرت: (۲۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے بارے میں فرمایا کہ زمانہ طالب علمی میں بوجہ ذکاوت اور فنون کی کتابوں میں مہارت تامہ کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند میں کافی شہرت رکھتے تھے بلکہ بعض کتابیں خصوصی طور پر طالب علم خارج میں مولانا صاحبؒ سے پڑھتے تھے جیسے میبذی اور تصریح وغیرہ۔ مولاناؒ کے درس میں پچاس ساٹھ طالب علم شریک درس رہتے اور احاطہ دار جدید کی چھت پر عصر کے بعد بیٹھ کر پڑھاتے۔ اپنے اسباق میں بھی سب اساتذہ کرام' مولانا کی ذکاوت اور ذہانت کے معترف تھے۔

مولانا عبدالحقؒ اخلاق و تواضع کا مجسمہ اور دیوبند میں انجمن اصلاح الکلام کی صدارت:

(۲۷) فرمایا کہ مولانا عبدالحق علمی استعداد اور قابلیت کے علاوہ اخلاق اور تواضع میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اسی وجہ سے طلبہ ان کے گرویدہ اور اخلاق کے معترف تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں طالب علم انجمنیں بنایا کرتے تھے' اور جمعہ کی رات سب اپنی اپنی انجمن کا جلسہ کیا کرتے تھے۔ اور طلباء باری باری کسی خاص موضوع پر تقریر کرتے تھے' ہم پٹھان طالب علموں کی اکثریت نے جو انجمن بنائی تھی اسکا نام اصلاح الکلام تھا۔ مولانا عبدالحق صاحب اس انجمن کے صدر رہتے۔

دہلی میں شر وفساد اور مولانا عبدالحقؒ کی حسن تدبیر سے اس کا خاتمہ: (۲۸) مولانا عبدالحق صاحبؒ کے حسن اخلاق اور حسن تدبیر کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ دہلی میں پٹھان طالب علموں میں آپس میں جھگڑا ہوگیا جس کے نتیجے میں سواتی طالب علموں کے ہاتھوں موضع ٹوپی کا طالب علم قتل ہوگیا۔ پھر کیا تھا اس واقعہ نے اتنی سنگین صورت اختیار کرلی کہ

پشاوری طالب علموں اور سواتی طالب علموں میں ایسی دشمنی ہوگئی کہ کوئی طالب علم اپنے مدرسے یا مسجد سے باہر تک نہیں نکل سکتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوگئے، حتیٰ کہ حکومت وقت بھی اس فساد کے فرو کرنے میں بے بس ہوگئی۔ بالآخر کسی کی تحریک پر ایک وفد دارالعلوم دیو بند آیا کہ اس سلسلے میں مصالحت کی کوشش کی جائے۔ جس پر مولانا عبدالحق صاحبؒ کی قیادت میں ایک وفد بھیجا گیا جس میں پشاوریوں کی طرف سے مولانا عبدالحقؒ ہزارویوں کی طرف سے قاضی احمد اور سواتیوں کی طرف سے مولانا عبدالمتینؒ بلوچستانیوں کی طرف سے میاں حسن شاہؒ کے بڑے بھائی شامل تھے، دہلی روانہ ہوا۔ جب وفد دہلی پہنچا اور فریقین سے بات چیت ہوئی تو اہل جرگہ کے خلوص نیت اور خصوصاً مولانا عبدالحق صاحبؒ کی نرم گفتگو، موثر نصیحت اور پر اثر شخصیت نے کام کردیا۔ اور شر کے بادل چھٹ گئے اور راضی نامہ ہوگیا۔ جب فضاء ہموار ہوگئی اور شر وفساد دفع ہوا تو دہلی کے لوگوں نے عموماً اور حکماء دہلی نے خصوصاً تعجب کیا اور کہا کہ جو فساد حکومت کی طاقت پر نہ دب سکا وہ چند آدمیوں کے آنے سے کیسے دَب گیا۔ اس واقعہ سے دارالعلوم کی تاثیر کے لوگ اور بھی زیادہ معترف ہوگئے۔

فراغت سے متصل مولانا عبدالحقؒ کا دیو بند میں تقرر اور معاصرین کی رقابت:

(۲۹) فرمایا کہ ہمارے زمانے میں ایک ناخوشگوار واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ہمارے ایک صوفی منش استاد حضرت مولانا نبیہ حسنؒ صاحب کا انتقال ہوگیا تو ان کی جگہ دوسرے مدرس کی ضرورت پیش آئی۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ کی قابلیت اور تبحر علمی کے حضرت مہتمم صاحبؒ اور دیگر اساتذہ بھی قائل تھے، اس وجہ سے نظر انتخاب اُن پر پڑی۔ چنانچہ ان کے تقرر کا فیصلہ اور اعلان کردیا گیا۔ مگر پٹھان طالب علموں میں سے بعض جو حسد اور رقابت سے مجبور تھے، انہوں نے یہ تحریک چلائی کہ ہمارے ساتھ پڑھنے والے کیسے ہمارے استاد ہوں گے؟ انہوں نے مخالفت میں درخواست لکھ دی ان کے ساتھ بعض ہندوستانی بھی قومی تعصب کے بناء پر ہمنوا بن گئے۔ جس کی وجہ سے وہ تقرر منسوخ کردیا گیا۔ لیکن بعد میں اس تحریک کے نتائج مولانا عبدالحقؒ کے حق میں بہت مفید ثابت ہوئے۔ جب مولانا عبدالحق صاحبؒ وطن تشریف لے آئے تو اس مخالفت نے عام طالب علموں کو مایوس کردیا اور سخت ناراض ہوئے۔ چنانچہ ہزارہ کے طالب علم جو عام طور پر مولانا عبدالحقؒ کے معترف اور شاگرد تھے، انہوں نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے مخالفت کرنے والوں سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے جن استاذ کا تقرر اس خالی جگہ پر ہوا وہ حضرت مولانا نافع گل صاحبؒ تھے، جو کہ اس مخالفت کرنے والے شخص کے استاذ تھے۔ اس شخص نے نافع گل صاحبؒ کو استقبالیہ دیا، جس میں کافی طلباء بھی شریک تھے۔ اس دوران عبدالقیومؒ نامی ایک طالب علم جو غازی کے پاس موضع خانو کا کارہنے والا تھا اور بعد میں سکول میں ٹیچر تھا۔ وہ بن بلائے گیا اور بیٹھتے ہی مولانا نافع گل صاحبؒ سے صدرا میں ایک سوال کیا کہ اس کی وضاحت کیجئے۔ مولانا نافع گلؒ جید عالم تھے، لیکن اچانک اور بلاموقع کے سوال سے ناراض ہوئے، تو اس مجلس کے داعی نے اس

بات کو مولانا نافع گل صاحبؒ کی بے عزتی جانتے ہوئے عبدالقیومؒ کو ایک دو گھونسے رسید کئے اور دھکے دے کر کمرے سے باہر نکال دیا۔ دوسرے دن عبدالقیومؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انتقام لینے کیلئے مطبخ کے راستے میں احاطہ مول سری میں بیٹھ گیا۔ جب وہ شخص مطبخ سے کھانا لا رہا تھا تو عبدالقیومؒ نے اس پر لاٹھیوں کے وار کئے جس سے وہ زخمی ہو کر گر پڑا، اس کے بعد وہ شخص اپنے علاقے کے لوگوں کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میری مدد کرو۔ یہ واقعہ جب حضرت مہتمم صاحبؒ اور حضرت شیخ الحدیث مدنی صاحبؒ کو معلوم ہوا تو دونوں طالب علموں ضارب اور مضروب کو خارج کر دیا گیا۔ جس پر دونوں رونے لگے۔ اور سوچا کہ اب کیا کریں گے؟ اس لئے دونوں نے از خود مصالحت کی اور دوبارہ داخلے کے لئے کوشش کرنے لگے۔ مگر مہتمم صاحبؒ نہ مانے اور فرمایا کہ یہ حضرت مدنی صاحبؒ کا حکم ہے، چنانچہ وہ دونوں اسیر مالٹا مولانا عزیر گل صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں مجبور کیا کہ حضرت مدنی صاحبؒ آپ کی بات رد نہیں کرتے۔ آپ کہہ دیں کہ ان دونوں کا سال خراب ہو جائے گا اس لئے داخلہ دلوا دیں۔ اس پر مولانا عزیر گل صاحبؒ حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ دونوں طالبعلم آپس میں راضی ہو گئے تو آپ کیوں داخل نہ کرنے پر اصرار فرما رہے ہیں۔ حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ دوبارہ شرارت کریں گے۔ جس پر انہوں نے معافی مانگی اور آئندہ نہ کرنے کا اقرار کیا۔ چنانچہ اس طرح دوبارہ ان کو داخلہ مل گیا۔ مزید فرمایا کہ مولانا عبدالحق صاحب نے کبھی بھی بعد کی زندگی میں ان مخالفت کرنے والے معاصرین کے ساتھ دل میں کدورت نہیں رکھی۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑا کام لیا۔ اور مخالفت کرنے والے ہاتھ ملتے رہے۔

<u>حضرت مدنیؒ سے بیعت اور اکوڑہ خٹک میں تعلیم القرآن سکول کی بنیاد:</u> (۳۰) ایک دفعہ احقر نے بیعت کے بارے میں پوچھا کہ آپ نے کس سے کی ہے تو فرمایا کہ ۳۳ء یا ۱۹۳۴ء میں سرحد اسمبلی میں ایک بل شریعت بل کے نام سے پیش ہوا جس میں وراثت وغیرہ معاملوں کو شریعت کے موافق فیصلے کروانے کے قوانین تھے۔ یہ بل ملک خدا بخش ڈیرہ اسماعیل خان والے نے پیش کیا تھا، اس سے پہلے جب انگریزی حکومت بنی تو بعض معتبر پٹھانوں نے قانون واجب الارض برائے سرحد میں لکھوایا تھا کہ فیصلہ رواج سے کریں گے اور پٹھانوں کا رواج جاہلیت عرب کے مانند تھا کہ لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ بل رائے عامہ کیلئے مشتہر کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں پشاور میں ایک بہت بڑی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان سے بڑے بڑے علماء تشریف لائے۔ حضرت مولانا مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ حضرت مولانا احمد سعیدؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ جیسے اکابر تشریف لائے تھے۔ جب وہ کانفرنس ختم ہوئی تو مولانا عبدالحقؒ جوان دنوں اپنے گاؤں اکوڑہ خٹک میں اپنی مسجد میں تدریس فرما رہے تھے، نے حضرت مدنیؒ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ ہمیں اکوڑہ خٹک میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد آپ سے رکھوانی ہے۔ اس وقت مدرسہ تعلیم القرآن کرائے کے مکان میں جاری تھا۔ حضرت مولانا مدنیؒ نے درخواست قبول

فرمائی، جب یہ باتیں طے ہوگئیں تو موضع پبی کے ایک عالم شاید ان کا نام واحد اللہ یا احمد اللہ تھا، انہوں نے بھی یہ درخواست پیش کر دی کہ جب آپ اکوڑہ خٹک تشریف لے جارہے ہیں تو راستے میں پبی میں ہمارے مدرسے کا افتتاح فرماتے جایئے۔ چنانچہ حضرت نے مان لیا پشاور سے ایک گاڑی جس میں حضرت مدنیؒ کیساتھ مولانا عبدالحقؒ صاحب، مولانا ایوب جان بنوری صاحبؒ اور بندہ (عبدالحنان) بیٹھ کر پبی آئے۔ مگر وہاں پر انتظام ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے رات ٹھہرنا پڑا۔ رات کو حضرت مدنی صاحب حسب معمول تہجد کیلئے بیدار ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو مولانا عبدالحق صاحبؒ اور مولانا ایوب جان بنوریؒ نے بیعت کی درخواست کی۔ چنانچہ حضرت نے ان کو بیعت کیا چونکہ میں نے دورہ حدیث نہیں پڑھی تھی اس لئے فرمایا کہ تم ابھی طالب علم ہو، دعا تو کی اور وظائف بھی ارشاد فرمائے۔ مگر بیعت نہ کی۔ بدقسمتی سے بعد میں موقع نہ مل سکا۔

<u>دارالعلوم دیوبند میں کھانے کا اجراء:</u> (۳۱) فرمایا کہ جب میں نے دیوبند میں داخلہ لیا تو مجھے کھانا جاری نہیں کیا گیا، ایک دن مولانا مرتضی حسنؒ کے بیٹے مولانا انوار الحقؒ مجھے مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حبیب الرحمٰن کے پاس لے کر گئے اور سفارش کی کہ یہ بڑا اچھا طالب علم ہے اس کا کھانا جاری کردیں۔ اس طرح میرے کھانے کا اجراء ہوا۔

<u>اسہال سے حالت کا غیر ہونا اور ایک حکیم کی دوائی کی تاثیر:</u> (۳۲) فرمایا ایک دفعہ مولانا عبدالحق فتح پوریؒ کے ساتھ ایک نواب صاحب نے ہماری دعوت کی۔ اس دعوت کے بعد میرا ہاضمہ خراب ہوا اور اسہال شروع ہوا۔ حالت بہت زیادہ بگڑی، میں اپنے ساتھیوں کیساتھ ایک صحرا گیا، بار بار کے اسہال سے میری حالت اس حد تک گر گئی کہ ساتھیوں کو یقین ہو چلا کہ ابھی میں مرنے والا ہوں۔ یہ دیکھ کر کچھ دوستوں نے بجائے اس کے کہ میری تیمارداری کریں میرے ازار بند سے روپیہ اور نقدی نکال کر وہاں سے رفو چکر ہوگئے۔ کئی گھنٹوں کے بعد میں ہمت کر کے قریبی دیہات پہنچا، یہاں مجھے کسی نے بتایا کہ دہلی کے مشہور حکیم آئے ہیں۔ میں نماز کے لئے مسجد گیا، عصر کی نماز کے بعد اس حکیم سے معائنہ کروایا۔ نبض وغیرہ دیکھ کر کہا کہ یہ دوائی لے لو اور ساتھ ہی کچھ نقدی بھی دے دی کہ تم طالبعلم ہو، تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا۔ دہی، بالائی وغیرہ لے کر یہ دو خوراک کھالو۔ اس دوائی سے فوری تاثیر پائی۔ بعد میں وہ ساتھی جو مجھ سے نقدی لیکر بھاگ گئے تھے مجھے دیکھ کر شرمندہ ہوتے تھے

<u>آخری تمنائیں و آرزوئیں:</u> (۳۳) مرض وفات کے دوران ۱۴ر دسمبر ۲۰۱۰ء کو احقر نے پوچھا کہ آپ کی کوئی تمنا یا آرزو ہو تو فرمایئے، اس پر کہا کہ میری دنیا کی کوئی آرزو اور تمنا نہیں ہے۔ اگر ہے تو سب سے بڑی آرزو ایمان کی حالت میں موت کی ہے۔ اس کے بعد اگر موقع ملا تو زیارت حرمین شریفین نصیب ہو اور زندگی نے وفا کی تو اپنے اساتذہ کرام کی قبور پر فاتحہ اور زیارت مادر علمی دیوبند نصیب ہو۔